© rasailojaraid.com

داستانِ امیر خسروؒ

از جناب مولانا حکیم فضل الرحمٰن صواتی آمبور

جناب مولانا حکیم فضل الرحمٰن صاحب صواتی کا یہ مقالہ عرصۂ دراز سے مسودات میں رکھا ہوا تھا، مضمون کی خاص نوعیت کے پیشِ نظر جناب حکیم صاحب محترم سے اس کے شائع نہ کرنے کی اجازت بھی لے لی گئی تھی، اور موصوف نے ہماری یہ درخواست منظور بھی فرمالی تھی، لیکن آج اس کی اشاعت کا خیال آ ہی گیا۔ اِس رنگ کے مقالات اور خیالات سے مُتفق ہونا ہرگز ضروری نہیں ہے، مگر اس میں بھی شک نہیں کہ اس مضمون سے طوطیٔ ہند امیر خسرو مرحوم کی دل آویز شاعری اور ان کے کمالِ فن کے بعض جدید اور حیرت انگیز گوشے سامنے آتے ہیں، جس کو امیر موصوف کے عقیدت مند بھی بلا تکلیف وہ دلچسپی کے ساتھ پڑھیں گے، مقالہ آزاد بنگلور کے فاضل مدیر کے نوٹ کے ساتھ شائع کیا جارہا ہے۔ ——————————— (ع)

"حضرت امیر خسروؒ کے عرس کی آمد پر مندرجہ بالا عنوان سے ایک مضمون نگار نے اپنی دماغی کاوش کو سیاہ وسفید میں منتقل کیا تھا۔ جسے کسی قسم کی کمی بیشی کے بغیر شائع کیا گیا تھا اور صرف توقع ہی نہیں بلکہ یقین تھا کہ یہ مضمون اہلِ نظر کو ضرور دعوتِ فکر دے گا۔ چنانچہ وہی ہوا، کئی اصحاب نے جن میں بعض ریسرچ اسکالر بھی ہیں اسے معلومات افزا قرار دے کر اس قسم کے "تحقیقی مقالات" کثرت سے فراہم اور شائع کرنے کی استدعا کی ہے۔ حضرت مولانا حکیم فضل الرحمٰن صاحب صواتی ہی وہ واحد صاحبِ بصیرت ہیں جنھوں نے اس مقالہ پر ناقدانہ نظر ڈالی، اور اس کی بعض خامیوں کو ظاہر کردیا۔ لیکن حضرت حکیم صاحب کے رشحاتِ قلم سے یہ اچھی طرح مترشح ہورہا ہے کہ مولانا نظامی گنجوی سے فرطِ عقیدت کی لہر میں آپ نے امیر خسروؒ کو جنسِ ارزاں ثابت کرنے میں کوئی دقیقہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فروگذاشت نہیں کیا ہے" ——————— (مدیر اخبار آزاد بنگلور)

عنوانِ بالا سے ایک مضمون کسی نامعلوم مضمون نگار کی جانب سے روزنامۂ آزاد بنگلور کے مسلسل دو نمبروں (۲۱ اور ۲۲ مارچ) میں شائع ہوا ہے۔ جسے پڑھ کر میرے جذبات میں ایک گونہ ہیجان پیدا ہوا اور حیران و ششدر نقطۂ دائرہ پرکار میں رہ گیا۔ لوگ بطور مذاق کہا کرتے ہیں ؎

چہ خوش گفتست سعدی در زلیخا ؛ الا یا ایہا الساقی ادر کاساً وناولہا

اب اس مذاق اور مضحکہ کا ثبوت مضمون مذکور سے اچھی طرح مل گیا۔ مضمون کی ابتدائی چند سطریں ملاحظہ ہوں:

"خود اس دور کے بادشاہِ سخن سعدیؒ آپ کو طوطی ہند کے نام سے یاد کرتے دکھائی دیتے ہیں۔
سلطان غیاث الدین حاکم بنگالہ کو امیر خسروؒ کی شان میں یہ شعر سعدی ہی نے لکھ کر بھیجا تھا۔ ؎

شکر شکن شوند ہمہ طوطیانِ ہند ؛ زیں قند پارسی کہ بہ بنگالہ می رود"

شعر متذکرۂ بالا خواجہ شمس الدین حافظ شیرازیؒ کا ہے جو ان کے دیوان میں موجود ہے، اور غزل کے مطلع کے بعد دوسرا شعر ہے۔ اس کا انتساب حضرت سعدیؒ کی طرف کرنا فاش غلطی ہے، اس ثمر انگیز غلطی سے ان دونوں بزرگوں (سعدی و حافظ) کی ارواحِ مبارکہ کو سخت اذیت پہنچی ہے۔ مضمون نگار نے گویا "حامد کی ٹوپی کو محمود کے سر پہ رکھ دیا ہے" فیا للعجب!۔

اس کے علاوہ یہ ایک تاریخی غلطی بھی ہے "غیاث الدین" دو گذرے ہیں ایک سلطان غیاث الدین بلبن اور دوسرا سلطان غیاث الدین حاکم بنگالہ۔ اول الذکر حضرت سعدیؒ اور امیر خسروؒ کے ہمعصر تھے اور آخر الذکر حافظ شیرازؒ کے ہمعصر تھے، وبینہما بون بعید۔ دونوں سلطانوں کے درمیان کم و بیش ایک سو سال کا فرق ہے جس طرح کہ حضرت سعدیؒ، حافظ شیرازؒ سے ایک سو سال قبل گذرے ہیں۔ حافظ کے کلام میں متعدد دفعہ حضرت سعدیؒ کا ذکر آیا ہے۔ لیکن حضرت سعدیؒ کے کلام میں حافظؒ کا کہیں بھی ذکر نہیں ہے۔ ؎

استادِ غزل سعدی پیش ہمہ کس اما ؛ دارد غزلِ حافظ طرزِ سخنِ خواجو

"شکر شکن شوند" والے شعر کا شانِ نزول سنیئے:۔

حاکمِ بنگالہ سلطان غیاث الدین ایک بار سخت علیل ہو گئے تھے ان کو اپنی زندگی کی امید باقی نہیں رہی ——

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سلطان کے تین خادم ایسے تھے جو شاعر ہونے کی وجہ سے اپنے تخلص سے مشہور تھے، ایک کا تخلص سرو، دوسرے کا گل اور تیسرے کا لالہ تھا۔ ان سے سلطان نے عہد لیا کہ اگر میں مرگیا تو میرا غسل تم تینوں کو کرانا ہوگا۔ تینوں نے آمنا وصدقنا کہا اور سلطان کی تیمارداری میں ہمہ تن مصروف رہے۔ حسنِ اتفاق سے سلطان کو خدا نے صحت عطا فرمائی۔ سلطان نے ان کی خدمت گذاری کی قدر کی اور انعام واکرام سے سرفراز کیا اور بڑی ہی قدر ومنزلت کی جس کی وجہ سے وہ تینوں مقبول ومنظورِ بارگاہِ سلطانی ہوگئے۔ دوسرے مقربینِ دربار کو حسد پیدا ہوگیا اور طنزاً ان کو "غسال" کے لقب سے ملقب کردیا۔ غاسل چوں کہ ایک رکیک لفظ ہے اس لئے یہ تینوں اس لفظ کو سنتے ہی محجوب اور شرمگیں ہوجاتے تھے، بادشاہ کو بھی اس سے آگاہی ہوئی، ایک دن بزمِ عیش وطرب میں یہ تینوں حاضر تھے، بادشاہ نے یہ مصرعہ موزوں کردیا ع

ساقی حدیث سرو وگل ولالہ می رود

ہرچند کوشش کی مگر دوسرا مصرعہ موزوں نہ کرسکا۔ دوسرے شعراء سے بھی فرمائش کی مگر کسی نے مصرعہ موزوں نہیں کیا۔ اُن دنوں خواجہ شمس الدین حافظؒ کا چرچا تھا، لوگوں میں "لسان الغیب" کے لقب سے مشہور تھے۔ پہلے سے ہی سلطان غیاث الدین حاکم بنگالہ کو حافظ سے عقیدت تھی۔ اب اس مصرعہ نے سمندِ ناز پہ ایک اور تازیانہ کا کام کیا، فوراً اس نے قاصد کو شیراز روانہ کیا اور دوسرا مصرعہ موزوں کرنے کی استدعا کی۔ جب حافظ کی خدمت میں قاصد پہونچا اور سلطان کا خط مع مصرعہ پیش کیا تو آپ نے اُسی وقت مصرعہ موزوں فرمایا جو آپ کے لسان الغیب ہونے کا بیّن ثبوت ہے۔ باقی پوری غزل رات کو لکھ کر قاصد کے حوالہ کی۔ پُوری غزل دس شعر پر مشتمل ہے ان میں سے تین شعر ملاحظہ ہوں ؎

ساقی حدیث سرو وگل ولالہ می رود ؛ ویں بحث با ثلاثۂ غسالہ می رود

شکر شکن شوند ہمہ طوطیانِ ہند ؛ زیں قندِ پارسی کہ بہ بنگالہ می رود

حافظ ز شوقِ مجلسِ سلطان غیاثِ دیں ؛ خامش مشو کہ کارِ تو از نالہ می رود

حافظؒ کے ایک سوانح نگار نے لکھا ہے کہ مقطع مذکور سے حافظ کی دلی خواہش مترشح ہوتی ہے کہ ان کی آرزو سلطان غیاث الدین کے دربار میں حاضر ہونے کی تھی سلطان نے بھی اسے محسوس کرلیا اس لئے انہیں بلانے کا انتظام کرلیا۔ خشکی کے راستہ شیراز سے بنگالہ پہنچنے میں عرصۂ دراز لگتا ہے، خود حافظ نے بھی بُعدِ مسافت کا ذکر اسی غزل کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک شعر میں کیا ہے۔ ؎

طے مکاں بہ بین و زمان در سلوک شعر ٭ کیں طفل یک شبہ رہ یک سالہ می رود

طفلِ یک شبہ سے مراد یہی غزل ہے جو ایک رات میں لکھی گئی تھی۔ چوں کہ حافظ دُور دراز سفر کے عادی نہیں تھے اس لئے سلطان نے براہِ سمندر بلانے کا انتظام کر دیا اور بنگالہ سے بادبانی جہاز بھیج دیا۔ حافظ بڑے شوق سے بصو سے اس میں سوار ہوئے۔ سوءِ اتفاق دیکھئے کہ ایک دو دن چلنے کے بعد سمندر میں سخت طوفان برپا ہوا اور جہاز بھنور میں پھنس گیا۔ حافظ کو یہ سفر بہت پُرخطر معلوم ہوا اور بہت گھبرا گئے۔ طوفان تھمنے کے بعد پلٹ پڑے اور ارادہ فسخ کر دیا۔ اس شعر میں اسی ہنگامے کی طرف اشارہ ہے:۔ ؎

شبِ تاریک و بیم موج و گردابے چنیں حائل ٭ کجا دانند حالِ ما سبکسارانِ ساحلہا

اخبار آزاد کے مضمون نگار نے ایک اور غضب کر دیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ " امیر خسروؒ کے فارسی اشعار کی تعداد (بقول ان کے) چار لاکھ سے بھی زیادہ ہے "۔

یہ بالکل سفید جھوٹ ہے، حضرت امیر خسروؒ نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ میرے فارسی اشعار چار لاکھ سے متجاوز ہیں مضمون نگار کو چاہئے تھا کہ اپنے دعوے کے ثبوت میں حضرت خسروؒ ہی کا قول نقل کر دیتے۔ ؎

سرِ خدا کہ عارف و سالک بکس نگفت ٭ درحیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید

اخبار آزاد کے اس بادہ فروش کو خدا نیک ہدایت دے آمین۔ اس قسم کی باتیں کہنے سے پہلے ذرا غور بھی کر لینا چاہئے۔ کوئی اندازہ لگا سکتا ہے کہ چار لاکھ اشعار کے کتنے دفتر ہو سکتے ہیں! فردوسی کا قول ہے:۔ ؎

نہ بیند کسے نامۂ پارسی ٭ بنشتہ بابیات صد بارسی

یعنی فارسی زبان میں تین ہزار شعروں کی بھی کوئی کتاب دستیاب نہیں ہوئی ہے۔

سب سے زیادہ پُرگو شاعر فردوسی گذرے ہیں ان کے اشعار کی تعداد پچھتر ہزار (۷۵۰۰۰) کے لگ بھگ ہے، سب سے بڑا مجموعہ ان کا "شاہنامہ" ہے اس کے متعلق ان کا قول سنئے ؎

بشش بیور ابیں نامہ و شش ہزار ٭ بگفتم نکرد ہیچ درمن نظار

بیور دس ہزار کی تعداد کو کہتے ہیں۔ شش بیور ساٹھ ہزار ہوئے اور شش ہزار یعنی چھ ہزار، اس طرح "شاہنامہ" کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اشعار کی کل تعداد چھیاسٹھ ہزار ہوئی، ان کی دوسری تصانیف یہ ہیں۔

(۱) گرشاسپ نامہ (۲) یوسف زلیخا (۳) شیریں فرہاد۔ اگران تینوں کتابوں کے تین تین ہزار شعر فرض کر لئے جائیں تو یہ نو ہزار ہوئے۔ نو اور چھیاسٹھ ہزار ملا کر پچھتر ہزار ہوتے ہیں۔ یہ حال اُس خدائے سخن کا ہے جس نے پندرہ سال کی عمر سے شعر گوئی شروع کی تھی اور اخیر عمر یعنی پچاسی سال تک برابر شعر کہتا رہا۔ فردوسی نے صرف فارسی ہی میں شعر کہے ہیں اگرچہ وہ عربی اور ترکی میں بھی قدرت رکھتے تھے، مگر ان کا پورا کلام فارسی ہی میں ہے برخلاف امیر خسروؒ کے کہ انھوں نے ہندی اور ترکی میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ پھر یہ کہنا کہ امیر خسروؒ کے فارسی اشعار کی تعداد چار لاکھ سے بھی زیادہ ہے، عدیم النظیر جھوٹ ہے۔ اللھم ارحم علیہ۔

۱۹۱۷ء کا ذکر ہے کہ مولانا حبیب الرحمٰن خاں صاحب شروانی جو اُس وقت محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے سکریٹری تھے، انھوں نے کانفرنس مذکور میں رپورٹ پیش کی تھی کہ حضرت امیر خسروؒ کے فارسی کلام جمع کرنے کی کوشش شروع کی گئی تھی، اس میں کافی عرصہ گذر گیا۔ دہلی سے پٹنہ اور کلکتہ تک کے کتب خانوں کی تلاش رہی۔ آخر جوئندہ یابندہ کے مصداق کامیابی ہوگئی اور پورے فارسی اشعار دستیاب ہوئے جن کی تعداد کم و بیش سینتالیس ہزار (۴۷،۰۰۰) تھی۔ ان کی طباعت کے لئے کم ازکم بیس ہزار روپیوں کی ضرورت تھی آپ نے پبلک سے امداد کی اپیل کی تھی۔ یہ کارروائی اس زمانہ کے تمام اخبارات میں چھپی تھی۔

امیر خسروؒ کا کلام انشاء و ادب کے لحاظ سے تو بہت اونچا مقام رکھتا ہے لیکن خیالات کے لحاظ سے کوئی قابلِ تعریف درجہ نہیں رکھتا۔ ذیل کے دو قطعے بطور "مشتے نمونہ از خروارے" ملاحظہ ہوں ۔

۱۔ حجام پسرے بخوبی و زیبائی ⁂ دی آئینہ بنمود بداں رعنائی
گفتم صنما در برت آیم نایم ⁂ فریاد بر آورد کہ نائی نائی

۲۔ تیلی پسرے کہ می فروشد تیلے ⁂ از دست و زباں چرب او واویلے
خالے برخش دیدم و گفتم کہ تل است ⁂ گفتا کہ برو نیست دریں تل تیلے

دیکھا آپ نے کس قدر عریانیت اور امرد پرستی کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔

حضرت امیر خسروؒ کی ایک غزل بہت مشہور ہے اور سطحی طبقے کے لوگ اسے مزے لے کر پڑھتے ہیں اور اس پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سر دُھنتے ہیں۔ اس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں :۔

اے چہرۂ زیبائے تو رشکِ بتانِ آزری ؛ ہر چند وصفت می کنم لیکن ازاں بالاتری۔
تو از پری چابک تری وز برگِ گُل نازک تری ؛ از ہر چہ گویم بہتری حقا عجائب دلبری
من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی ؛ تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری
آفاقہا گردیدہ ام مہرِ بتاں ورزیدہ ام ؛ بسیار خوباں دیدہ ام امّا تو چیزے دیگری
خسرو غریب است وگدا افتادہ در کوئے شما ؛ باشد کہ از بہرے خدا سوئے غریباں بنگری

الفاظ کس قدر مقفّٰی اور مسجع ہیں۔ لیکن سخن فہموں کے نزدیک "چشمانِ تو زیرِ ابروان اند دندانِ تو جملہ در دہان اند" سے زیادہ اس میں جان نہیں۔

خسرو کہیں سخن طرازی کے نشۂ غرور میں بہت ہی سرشار اور مدہوش نظر آتے ہیں اور ان کی کلاہِ فخر و مباہات فرقدان پر دکھائی دیتی ہے۔ بادۂ استکبار و خودستائی کے عالم میں گویا ہیں :۔ ؎

دبدبۂ خسروِ ام شد بلند ؛ غلغلہ در گورِ نظامی فگند

حالاں کہ اہلِ بصیرت جانتے ہیں کہ ان کا خمسہ حضرت نظامی کے خمسہ کا ظل اور شبح ہے "نورالقمر مستفاد من نورالشمس" چنانچہ پروفیسر محمود خاں صاحب شیروانی رقمطراز ہیں :

"نظامی نے اپنی طبیعت کی رنگینی اور مشکل پسندی سے مثنوی کو ایک ایسے معراجِ کمال تک پہنچایا ہے، جس تک نہ قدما کے پیکِ تخیل کی رسائی ہوئی اور نہ متاخرین کا طائرِ وہم پہنچ سکا۔ امیر خسرو اور مولانا جامی نے اس مقام تک پرواز کرنے کی کوشش میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا لیکن حق یہ ہے کہ نظامی کے ایوانِ بلند تک یہ نہیں پہنچ سکتے۔" (تنقید شعر العجم ۳۳۴)

ایک اور جگہ اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ لکھتے ہیں :۔

"بعض ماہرین امیر خسرو اور مولانا جامی کو الزام دیتے ہیں کہ ان بزرگوں نے مولانا نظامی کے خانۂ شاعری کو بالکل تاراج کر دیا ہے۔ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ان دونوں کی مثنویات میں کوئی ایسی داستان نہیں جس میں نظامی کا مصرعہ یا شعر بعینہٖ یا کسی قدر تبدیلی کے ساتھ نہ پایا جائے، مثال میں یہ ابیات نقل کئے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جاتے ہیں جو نظامی سے ماخوذ بتائے جاتے ہیں :-

نظامی ؎ مرا اے کاش کہ مادر نزادے ؛ وگر زادے بخورد سگ بدادے

جامی ؎ مرا اے کاش کہ مادر نمی زاد ؛ وگر می زاد کس شیرم نمی داد

نظامی ؎ دو کار است با فرّ و فرخندگی ؛ خداوندی از تو زما بندگی

خسرو ؎ اے صفتت بندہ نوازندگی ؛ از تو خدائی وزما بندگی "

تنقید شعر العجم ص ۳۴۲

ایسے اشعار کثرت سے ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت نظامی گنجوی کے تخیل اور فکر کا سرقہ ہے۔

نظامی کی طرف سے بھی کسی نے امیر خسرو کا منہ توڑ جواب دیا ہے ؎

دزدِ نظامی تو ئی خسرو ؛ دبدبۂ دزد نگردد بلند

نظامی نے پیشین گوئی کی ہے کہ میرے کلام کی چوری ہوگی۔ مثنوی لیلیٰ مجنوں میں تو انھوں نے لکھا ہے کہ چور الٹا مجھی کو موردِ الزام ٹھہرائیں گے۔ یہ چند شعر ملاحظہ ہوں :-

دزداں چو بکوئے دزداں پویند ؛ در کوئے دوند و دزد گویند
او دزد منش گزارم از شرم ؛ دزد خجل است آں بہ آزرم
نے نے چو بگدیہ دل نہادہ است ؛ گو خیز و بیا کہ در کشادہ است
گنجِ دو جہاں در آستینم ؛ در دزد مفلسے چہ بینم
واجب صدقہ ام بزیر دستاں ؛ گو خواہ بدزدد و خواہ بستاں (خمسہ ص ۲۰۷)

شرف نامہ (سکندر نامہ بری) میں ایک اور طریقہ سے گویا ہیں :-

؎ بریں چار سو چوں نہم دستگاہ ؛ کہ ایمن نہ باشم ز دزدانِ راہ
چو دریا چرا ترسم از قطرہ دزد ؛ کہ ابرم دہد بیش ازاں دست مزد
سیاہاں کہ تاراج رہ می کنند ؛ بدزدی جہاں را سیہ می کنند
بروز آتشے بر نیا رند گرم ؛ کہ دارد ہمی دیدہ از دیدہ شرم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بخر زند کالا کہ پنہاں بود ÷ کہ کالائے دزدیدہ ارزاں بود

بہ ازمن گذارم کہ خود روزگار ÷ بہر نیک وبد باشد آموزگار

(خمسہ ص ۱۲۲)

اب ایک اعتراض وارد ہو سکتا ہے کہ خود نظامیؒ نے بھی تو فردوسی کے اشعار کی نقل اتاری ہے۔ بیشک متعدد جگہ انھوں نے یہ حرکت کی ہے مگر سلیقہ کے ساتھ جس کو سرقہ نہیں کہا جاسکتا۔ وہ فردوسی کا نام بڑی عزت سے لیتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں:۔

سخن گوئے پیشینہ دانائے طوس ÷ کہ آراست زلفِ سخن چو عروس

تعجب کا مقام ہے کہ حضرتِ نظامیؒ تو اپنے پیشرو (فردوسی) کا نام بڑی عزت و احترام کے ساتھ لیتے ہیں۔ لیکن حضرت امیر خسروؒ اپنے پیشرو (نظامی) کا نام کس دنائت اور بے عزتی کے ساتھ لیا کرتے ہیں۔ حالانکہ انھوں نے نظامی کے کلام سے کافی استفادہ کیا ہے۔ "کل اناء یترشح بما فیہ" بالکل صحیح مقولہ ہے:۔

حضرت نظامیؒ کا ایک اور کمال دیکھئے۔ ان سے پیشتر جتنے شعراء گذرے ہیں وہ مے پرست اور بادہ گسار تھے الاماشاءاللہ۔ مگر صرف حضرت نظامیؒ ہی ایسے ہیں جو اس فعلِ شنیع کے کبھی مرتکب نہیں ہوئے ہیں جزاہ اللہ فی الدارین خیرا۔ سکندر نامہ بری میں ہر داستان کے اختتام پر دو ایک شعر اس انداز کے ہوتے ہیں:۔

بیا ساقی آں خون رنگین رز ÷ در افگن بمغزم چو آتش بخز

مئے کز خودم پائے لغزی دہد ÷ چو صبحم دماغ دو مغزی دہد

اس لئے آپ اپنی پاک دامنی کے متعلق یوں گویا ہوئے ہیں:۔

چہ پنداری اے خضرِ فرخندہ پے ÷ کہ از مے مرا ہست مقصود مے

مرا ساقی از وعدۂ ایزدی است ÷ صراحی مے نالۂ بے خودی است

ازاں مے ہمہ بیخودی خواستم ÷ بداں بیخودی مجلس آراستم

نہ آں مے کہ آمد بمذہب حرام ÷ مے کاصل مذہب بدوشد تمام

مے ہمچو آب زلال آمدہ است ÷ بہر چار مذہب حلال آمدہ است

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دگرنہ بہ ایزد کہ تا بودہ ام ٭ بہ مے دامنِ لب نہ آلودہ ام
گر از مے شدم ہرگز آلودہ کام ٭ حلالے خدا بر نظامی حرام
(سکندر نامہ بری)

اللہ اکبر! کیسے متشرع اور صوفی صافی ہیں حضرت نظامی۔ لیکن ایسے بزرگوار کی شان میں یہ کہنا کہ:۔

دبدبۂ خسروِ ام شد بلند ٭ غلغلہ در گورِ نظامی فگند

انصاف کا خون اور سخت احسان فراموشی ہے۔ اچھا ہوا کہ کسی مردِ حق بین اور حق گو نے ترکی بہ ترکی منہ توڑ جواب دیا ہے۔

دزد نظامی توئی اے خسروِ ٭ دبدبۂ دزد نگردد بلند

شرحِ سکندر نامہ "غفرانیہ" میں دونوں متذکرہ بالا شعر موجود ہیں، اس وقت غفرانیہ سامنے نہیں ہے ورنہ تعینِ صفحہ کے ساتھ حوالہ دیتا۔

آخر میں روزنامۂ آزاد کے مضمون نگار کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ان کی غلط بیانی کی بدولت حافظہ دماغ کے کونے کونے کو ٹٹولنا پڑا اور جو کچھ مل گیا ناظرین کی خدمات عالیہ میں پیش کر دیا۔ فقط۔

اُردو فارسی عربی
کمیاب کتابوں کا ذخیرہ

آپ کو جس پرانی کمیاب کتاب کی ضرورت ہو اُس کے متعلق ہمیں لکھیں ہم آپ کو مہیا کرنے کی کوشش کریں گے اور آپ کو اپنی ماہوار شائع ہونے والی فہرستِ کتب مفت روانہ کرتے رہیں گے۔

مونس بُک ڈپو۔ بدایوں (یو،پی)
BUDAUN .(U.P.)

© rasailojaraid.com